جہادِ آزادی کے روشن چراغ

المعروف

فرنگیوں کا جال

امداد صابری

قیمت: قسمِ اعلیٰ پینتس ۳۵ روپے۔ قیمت قسم دوئم پچیس ۲۵ روپے

فرنگیوں کا جال

پرتگیزی دور سے عہد اکبری، جہانگیری، شاہجہانی اور عالمگیری وغیرہ درباروں میں فرنگی مشینریوں اور ان کی حسین و جمیل عورتوں نے نصرانی مذہب کو ہندوستان میں پھیلانے اور خاص طور پر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں جو طوفانی پراپیگنڈا ہندوستانیوں کے مذاہب اور دھرم کو بدلنے کے لئے کیا۔ روپے اور نوکریوں کے لالچ میں پھنسایا گیا۔ اس کا بے دھڑک علماء کرام نے مقابلہ کیا۔ ہند سے ہجرت کی۔ ان حضرات کے تاریخی و علمی کارناموں سے عوام تو عوام خواص کا طبقہ بھی ناواقف ہے۔ اس عالم گمنامی کے حالات کی یہ تاریخ ہے۔

دوسرا ایڈیشن نظر ثانی ترمیم و اضافہ کے ساتھ

امداد صابری

ناشر:

علی محمد شبیر میوات

متولی درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ، مہندیاں، دہلی۔

قیمت قسم اعلیٰ : ۳۰/- تیس روپے

قیمت قسم دویم : ۲۰/- بیس روپے

پاکستان میں ملنے کا پتہ:- نعمت اللہ قادری صاحب، حیدرآباد۔ کراچی

ہندوستان میں ملنے کا پتہ امداد صابری، چوڑی والان دہلی

کوہ نور پریس۔ لال کنواں۔ دہلی۔

سال اشاعت:- ۱۹۷۹ء

آپ نے دلی کے مدرسہ سے جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب نے رکھی تھی اور شاہ عبدالعزیز نے چلایا تھا تعلق پیدا کیا۔ حضرت سید احمد کے رفقاء نہیں چاہتے تھے کہ دہلی مدرسہ کو مرکز بنائیں بلکہ وہ اس سے علیحدہ ہو کر ایک نئی جماعت بنانا چاہتے تھے۔ جس کی غرض سکھوں سے مجادلہ تھا، حاجی صاحب ان کے حق میں نہیں تھے وہ سمجھتے تھے کہ سکھوں سے لڑنا انگریزوں کو مضبوط کرنا ہے۔ اس لئے وہ دہلی میں شاہ محمد اسحاق کے پاس گئے وہ مکہ تشریف لے گئے تھے آپ بھی مکہ پہنچے، اور ایک سال تمام جماعتی مقاصد و اصول و پروگرام کو سمجھ کر ہندوستان آ گئے۔

۱۸۳۶ء کا دور ہندوستانیوں کے لئے انتہائی ہیبت ناک تھا۔ مغل شہزادے اور بادشاہ عیاشیوں اور شراب نوشیوں میں منہمک تھے، ان کو آپس کی لڑائی سے فرصت نہیں تھی۔ انگریز ملک میں جہاں نفرت کی وبا پھیلا رہے تھے وہاں لوگوں کے مذہب بدلنے پر بھی تلے ہوئے تھے۔ پادری لوگ ہی نہیں حکام بھی اور تمام یورپ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام باشندوں کو عیسائی بنا لیا جائے، تاکہ ہمیشہ کی بغاوت سے نجات ہو جائے، چنانچہ ایسے پروگراموں پر دھڑلے سے عمل ہو رہے تھے۔ لارڈ ولزلی نے محمود غزنوی کے مظالم کے ترانے گانے شروع کر دیئے تھے اور مصنوعی دروازے بنائے گئے تھے، جن کا جلوس بنا کر نکالا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ ان دروازوں کو ہم (انگریز) غزنی سے دوبارہ لگانے کے لئے ہندوستان لے آئے ہیں۔ یہ سومنات کے دروازے ہیں۔

انقلاب کی تیاری

اس پر آشوب زمانہ میں حاجی صاحب مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا محمد قاسم، مولانا محمد یعقوب صاحب شریک کار تھے۔ آپ نے ان حضرات کے ہمراہ بقول حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شیخ محمد سے جہاد و حریت کے سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔ مولانا شیخ محمد نے بے سروسامانی کا ذکر فرما کر جہاد کی مخالفت کی۔ مولانا محمد قاسم نے فرمایا کیا ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ امیر امداد اللہ نے طرفین کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ انشراح ہو گیا۔ اور جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ امیر امداد اللہ نے امامت قبول کی اور مولانا نانوتوی سپہ سالار قرار پائے اور مولانا رشید احمد گنگوہی قاضی مقرر ہوئے اس طرح قصبہ تھانہ بھون دار السلام بنا دیا گیا۔

آپ نے ان جانبازوں کو ساتھ لے کر تمام ملک میں دورہ کیا، اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو صاف صاف الفاظ میں انگریزوں کی مخالفت کرنے کی تلقین کی اور عوام کو بتایا کہ انگریزوں کی حکومت کو ختم کرنے کا اس سے بہتر موقعہ نہیں ہے انھوں نے دلی کے مدرسے کے طالب علم اور تجربے ہوئے سرمایہ داروں سے بھی وقتی طور پر کام لیا، فتووں اور علماء کے احکامات سے ملک کے کونہ کونہ میں آگ لگا دی اپنی اپنی جگہ ہر شخص زبردست حیثیت کا مالک تھا۔ عوام بیدار ہوئے۔ ان کے پرانے شاگردوں نے دل کھول کر حصہ لیا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ انگریز بھی طاقت میں دیوانہ اور نیا شکاری تھا ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا، ہزاروں مسلمان اس جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے با ہتیار بے ہتیار سب مرد میدان بن گئے۔ بدن پر کپڑے بھی درست نہ تھے۔ مگر بغل میں تلوار یا کمر میں خنجر یا کندھے پر ٹوپی دار بندوق ضرور تھی۔ محمد شریف نامور مصور دہلی اپنے سارے گھر کے اسباب و مکان اور بیوی کے زیور خیرات کر کے جہاد میں شریک ہوا، اور پھر زندہ سلامت نہ آیا۔ لاتعداد نوجوانوں نے حصہ لیا۔ حاجی صاحب اور ان کے ساتھی صرف تحریروں اور تقریروں تک محدود نہیں رہے بلکہ شاملی کی ۱۸۵۷ء کی جنگ ... میں مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے امام کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر لڑے حاجی صاحب نے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے حصہ لے کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک متقی ہونے کے ایک اچھے فوجی بھی ہیں۔

۱؎ انوار العاشقین صفحہ ۲۳ ۲؎ تاریخ ذکار اللہ صفحہ ۲۲

جو نتائج حاصل ہوئے وہ امید سے زیادہ حوصلہ افزا ہیں۔ انگریزی کی واقفیت میں ترقی کے ساتھ اخلاقی اثرات بھی نمایاں ہوئے اور اچھے خاندانی اور قابلیت کے بہت سے نوجوانوں میں ہندو مذہب کی بندشوں سے آزاد ہونے کے لئے بے چینی اور اپنے رسوم کی طرف سے بے اعتنائی کا علانیہ اظہار کیا جا رہا ہے۔ غالباً دوسری نسل میں کلکتہ کے ہندوؤں کے خیالات و محسوسات میں بڑی مادی تبدیلی آجائے گی۔ [1]

یہ شادیانے حق بجانب تھے۔ کیونکہ کیفیت یہ تھی کہ ہندو کالج میں انجیل و نصرانیت کی اس قدر تعلیم تھی کہ انگلستان کے کسی پبلک اسکول میں نہیں تھی۔ [2]

مقصد چونکہ تمام ہندوستان میں عیسائیت کا پھیلانا تھا۔ وہ صرف ہندو کالج کی تعلیم سے پورا نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے حکومت منظر عام پر آ گئی۔ اس نے قطعاً بادشاہانہ اصول اور رعیت کے حقوق آزادی کا خیال نہیں کیا۔ متعصب و فرقہ پرست جبر اس رکیک چولا کو پہن کر لارڈ بینٹنگ کے ریزولیوشن مورخہ ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کا اعلان کیا گیا۔

"گورنر جنرل باجلاس کونسل کی یہ رائے ہے کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یوروپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے اور جس قدر رقوم مقاصد تعلیم کے لئے مخصوص ہیں وہ صرف انگریزی تعلیم پر خرچ ہونی چاہئیں۔ ہز لارڈشپ باجلاس کونسل کو یہ اطلاع ملی ہے کہ کمیٹی نے رقم خطیر مشرقی کتب کے طبع میں صرف کی ہے۔ ہز لارڈشپ باجلاس کونسل ہدایت کرتے ہیں کہ آئندہ اس رقوم کا کوئی جزو اس کام میں نہ لایا جائے۔

ہز لارڈشپ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ تمام رقوم جو ان اصلاحات کی رو سے کمیٹی کے قبضہ میں آئیں۔ وہ آئندہ دیسی لوگوں میں انگریزی زبان کے ذریعے انگریزی علم و ادب اور سائنس کی اشاعت میں صرف کی جائیں۔"

ایسی پالیسی بنانے میں حکومت ہند انتہائی عریاں ہو گئی۔ اور آخر لارڈ میکالے نے جب یہ دیکھا کہ مندرجہ بالا ریزولیوشن یعنی انگریزی تعلیم کی مخالفت میں نصف ووٹ ہیں اور معاملہ ڈانواڈول ہے تو انھوں نے اپنا فیصلہ کن ووٹ انگریزی تعلیم یعنی نصرانیت کے حق میں دیا۔ وہ پالیسی کیسی تباہ کن تھی۔ وہ خود لارڈ میکالے کی زبان سے سن لیجئے۔ جو انھوں نے پوشیدہ طور پر اپنی والدہ کو چٹھی میں لکھی تھی:-

"میرا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر تعلیم کے متعلق ہماری تجاویز پر عملدرآمد ہوا تو تیس سال بعد بنگال میں ایک بت پرست بھی باقی نہیں رہے گا۔" [3]

اس قسم کا زہر دینے کے بعد جسم ہندی پر تیزاب ڈالا گیا۔ یعنی گورنمنٹ کی جانب سے اشتہار شائع ہوا۔

"جو شخص مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہوگا اور فلاں فلاں علوم و زبان انگریزی میں امتحان دیکر سند یافتہ ہوگا وہ نوکری میں سب سے زیادہ مقدم سمجھا جائے گا۔ چھوٹی چھوٹی نوکریاں بھی ڈپٹی انسپکٹروں کے سرٹیفکیٹ پر جن کو

---

[1] تاریخ التعلیم از محمد ص ۳۵ [2] بیان سر فریڈرک ہیلیڈ [3] تاریخ تعلیم میجر باسو ص ۱۰۵

غدر میں عہدۂ بشپ قائم کرنے کا سوال در پیش ہوا۔ اس وقت یہ تجویز پیش ہوئی کہ شاہجہانی مسجد "جامع مسجد" کو گرجا میں تبدیل کر دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ موجودہ شورش (غدر) کے شدید حملے سے محفوظ رہ جائے۔" لے

کل ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی آگ لگانے والی سازش

اسی طرح پادری ایڈمنڈ نے دارالامامت کلکتہ سے عام لوگوں کو بالخصوص بڑے بڑے سرکاری ملازموں کو چٹھیاں بھیجیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہو گئی تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہو گئی۔ ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمد و رفت ایک ہو گئی۔ مذہب بھی ایک ہی چاہیے اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی بنکر ایک مذہب ہو جاؤ

سرسید جو اس وقت زندہ تھے تمام حالات سے واقف تھے۔ اور خاص طور پر سرکاری ملازموں کی ٹولی کے رہبر سمجھے جاتے تھے اور ان کے دلوں سے پورے طور پر واقف سمجھے جاتے تھے۔ اس وقت چٹھی سے جو کیفیت پیدا ہوئی اس کی حالت لکھتے ہیں۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ ان چٹھیوں کے آنے کے بعد خوف کے مارے سب کی آنکھوں میں اندھیرا آگیا۔ پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی۔ سب کو یقین ہو گیا کہ ہندوستانی جس وقت کے منتظر تھے۔ وہ وقت آگیا۔ اب جتنے سرکاری نوکر ہیں اول ان کو کرسٹان ہونا پڑے گا اور پھر تمام رعیت کو۔ سب لوگ بیشک سمجھتے تھے کہ یہ چٹھیاں گورنمنٹ کے حکم سے آئی ہیں۔ آپس میں جب ہندوستانی اہلکار ان سرکاری ملازمین سے پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس بھی اطلاع آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ کیا تم بھی لالچ کے سبب کرسٹان ہو جاؤ گے۔ ان چٹھیوں نے یہاں تک ہندوستانی اہلکاروں کو الزام لگایا کہ جس کے پاس چٹھیاں آئی تھیں وہ مارے شرمندگی اور بدنامی کے چھپاتے تھے اور انکار کرتے تھے کہ ہمارے پاس نہیں آئیں۔ لوگ جواب دیتے تھے کہ اب آجائیگی کیا تم سرکار کے نوکر نہیں ہو۔ اگر سچ پوچھو تو یہ چٹھیاں تمام شبہات کو پکا اور مستحکم کرنے والی تھیں چنانچہ انھوں نے کر دیا۔

اس چٹھی کا مکمل مضمون یہ تھا:۔

"بخدمت تعلیم یافتہ باشندگان ہند!

معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اس مضمون پر سرگرمی کے ساتھ غور کیا جائے کہ سب لوگوں کو ایک ہی مذہب اختیار کرنا چاہیے یا نہیں۔ ریلیں، دخانی جہاز اور تار برقی نہایت تیزی کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کو ملا رہی ہیں جس قدر قومیں زیادہ ملتی جلتی ہیں اسی قدر زیادہ اس کے نتیجہ کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ تمام لوگوں کی ایک ہی حاجتیں ہیں ایک ہی اندیشے ہیں اور ایک ہی اُمید و بیم ہیں اور یہ بات بھی متیقن ہے کہ موت سب کے لئے اس سین کو ختم کر دیتی ہے۔"

"تو پھر کیا ایسے وسائل ضروری ہیں جن سے زندگی کے رنج اور تفکرات کم ہو سکیں اور جن سے تمام لوگوں کو موت کے وقت آرام مل سکے۔ کیا یہ فرض کر لینا معقول ہے کہ ہر ایک قوم کو رجماً بالغیب محض قیاس کے ذریعہ سے اپنے واسطے راستہ نکالنا چاہیے یا جس خدا نے سب کو بنایا ہے اس نے اپنے خاندان کے مختلف لوگوں

الزام یہ لگایا کہ مسلمانوں نے جنت کو بازاری عورتوں کا چکلہ بنادیا ہے۔ جو خداوند کی عظمت وجبروت اور تقدس کی صریح خلاف ہے ممکن نہیں کہ وہاں ہزاروں حوریں اور مسلمان ہوں اگر ایسا ہو تو خدا کی خدائی میں فرق آجائے۔

ڈپٹی صاحب نے جواب دیا کہ یہ تو چیز نہیں کہ وہاں ایسا ہو یا نہ ہو۔ لیکن دنیا میں تو ہم ایسا دیکھ رہے ہیں کہ بازاری عورتیں بھی موجود ہیں اور کیا کچھ نہیں ہے اور کیا کچھ نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے کہ خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ دنیا میں سب چیزوں کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ تاہم اس کو سب مانتے ہیں۔ کوئی اس کی خدائی سے روگرداں نہ ہوا۔ پس اگر وہی خدا ہے جو مرنے کے بعد جنت میں ایسا کرے تو کوئی وجہ ہے کہ وہ یہاں یہ دنیا میں سب کا خدا مانا جائے اور عقبیٰ میں اگر ایسا کرے تو اس کی شانِ الٰہی میں فرق آجائے۔ جو یہاں ہے وہی وہاں ہے [1]

مولانا حالیؔ نے بھی ردِّ نصاریٰ میں تریاق مسموم ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ ہجری) اور تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے ۱۸۷۲ء (۱۲۸۹ ہجری) جیسی نایاب کتابیں لکھیں۔ سرسید اور ان کی پارٹی نے بھی ردِّ نصاریٰ میں اپنے نظریہ کے مطابق بہت کچھ کیا۔

فرنگیوں نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں پادریوں کو نصرانیت کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی حکومت جم گئی ہے تو پادریوں کو نصرانیت کی شورش برپا کرنے کی آزادی مل گئی۔ اس وقت بھی علمائے کرام خاموش رہے۔ انھوں نے کوئی توجہ دینا اور خرافات نصرانیت کا جواب دینا اور پادریوں کو خطاب کرنا توہین سمجھا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ پانی سر سے گزرنے لگا ہے اور ہندوستانی لوگ عیسائی بننے لگے ہیں تو انھوں نے اپنا قدم اپنا قلم اٹھایا اور اپنی زبان کھولی اور ردِّ نصاریٰ میں مستعد ہو گئے اور محنت و تحقیق سے عیسائیوں کی اسلام کے خلاف کتابوں کے جوابات کتابی شکل میں چھاپ کر شائع کئے۔ چنانچہ مولانا رحمت اللہ صاحب میزان الحق میں ردِّ نصاریٰ میں کتب لکھنے اور مناظروں کے آغاز کرنے کی وجہ لکھتے ہیں :-

"جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور مکمل انتظام کر لیا تو اس ۴۲ سال کے عرصہ میں اُن کے علماء (پادریوں) کی طرف سے کوئی تبلیغی دعوت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے رسالیں، کتابیں اسلام کی تردید میں لکھنے شروع کئے اور اُن کو ہندوستان کے مختلف شہروں اور عوام الناس میں تقسیم کرنا شروع کر دیا اور بازاروں اور لوگوں کے مجمعوں اور عام گزرگاہوں پر وعظ کہنے لگے۔ مسلمان ایک مدت تک ان کی باتیں اور اُن کے مواعظ سننے سے پرہیز کرتے رہے۔ اور ان کی کتابوں اور اُن کے رسالوں کے دیکھنے سے متنفر رہے۔ اس لئے ہندوستانی علماء نے ان رسالوں کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن کچھ مدت کے بعد بعض عوام الناس اور جہلاء ان کی باتوں پر راغب ہوئے۔ اس وقت خوف پیدا ہوا کہ بے علم مسلمان اُن کے پھندوں میں نہ پھنس جائیں۔ اس لئے علمائے اسلام نے ان کی تردید شروع کی۔

میں اگرچہ گمنامی کے گوشہ میں پڑا تھا اور علماء کے زمرہ میں میرا شمار نہ تھا۔ لیکن جب میں نے ان کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھا اور بہت سے مطبوعہ رسالے میرے پاس پہنچے تو میں نے چاہا اپنی حیثیت و قابلیت کے مطابق

---

[1] حیات النذیر چہارم ص ۱۱۹

یہ عالم بلا کسی وجہ معاوضہ کے رد نصاریٰ میں اپنا وقت صرف کرتے تھے۔ ہر صوبہ ہر ضلع میں ان کے شاگرد ردِ نصاریٰ فرض ادا کرتے تھے۔ اگر خاص معاملہ یا مناظرہ ہوتا تھا تو مرکز سے علماء کرام ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جاتے تھے۔ ان کا پادریوں پر اور عوام پر خاطر خواہ اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جو اثر ہوا ان کی رپورٹوں میں دیکھئے۔ اگرچہ وہ مخالفانہ و معاندانہ قسم کی ہوتی تھیں لیکن واقعات کے ڈھنگ اور عیسائیوں کے طرز سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی تھی کہ علماء کرام ہر ضلع میں انکے مقابل میں اور انکو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ پادری فرنچ انچارج ملتان ضلع کی رپورٹ کا حصہ ملاحظہ ہو:۔

"ملتان کے ملا سید اور مخدوم سب اس بات کے لئے کوشش کرتے تھے کہ خدا کی روشنی کو داخل نہ ہونے دیں۔ یہ دو مشہور شخصوں یعنی مولوی رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان کا جنہوں نے اسلام کا طرفدار ہو کر ڈاکٹر فانڈر سے مباحثہ کیا تھا۔ دوست تھے[1]

امرتسر کی مشنری کے انچارج مسٹر کلارک کی رپورٹ ۱۸۶۵ء یہ ہے:۔

"علمائے کرام مباحثہ اور مناظرہ کے لئے جمع ہو جاتے اور منہ کی کھا کر جاتے۔ ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے درمیان پندرہ روز تک بحث ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ سوائے حسرت و یاس اور کچھ نہ ہوا۔"

دہلی کے مشنری انچارج مسٹر لیفرائے یہ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ سہ پہر کے وقت وہ بازار میں منادی کے لئے گیا اور رات ہو گئی۔ کیونکہ بحث چھڑ گئی۔ ایک مسلمان مولوی (مولانا اشرف الحق) نے بائبل کے اختلافِ بیان پر اعتراض کیا اور حوالے ڈھونڈنے لگے۔ بازاری لیمپ کی روشنی نہایت مدھم تھی۔ کہنے لگا کہ روشنی کم ہے دکھائی نہیں دیتا۔ لیفرائے نے کہا۔ اگر یہاں روشنی کم ہے تو کیوں کسی ایسی جگہ بحث نہیں کرتے۔ جہاں روشنی کا انتظام ہو سکے۔ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ مسجد کے اندر بحث ہو۔ یوں لیفرائے مسجدوں کے اندر جا کر انجیل کی بشارت دینے لگا۔ بازاری منادی میں اب لیفرائے کی سخت مخالفت ہوتی۔ بالخصوص ایک نابینا مولوی لیفرائے کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ جہاں لیفرائے کھڑے ہو کر منادی شروع کرتا وہیں یہ مولوی بھی اس کے پاس کھڑا ہوتا اور مسیحیت کی مخالفت میں وعظ شروع کر دیتا۔ اگر وہاں سے ہٹ کر کسی اور جگہ منادی کرتا تو مولوی بھی اس کے پیچھے جا کر وہیں اس کے پاس آکر کھڑا ہوتا اور وعظ کرنے لگ جاتا۔"

پشاور میں علماء کرام کی تبلیغ کی جد وجہد کی یہ کیفیت تھی جو پادریوں کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے:۔

"ڈاکٹر ٹیپل انچارج پشاور مشنری سوسائٹی نے قرآن ہاتھ میں لیکر ملا سے کہا کہ اس کتاب میں یہ کہیں لکھا دکھا دو کہ قرآن نے انجیل کو منسوخ کر دیا۔ ملا قرآن پر ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ اعتراض پر اعتراض کرتا چلا جاتا تھا۔ ٹیپل نے پھر کہا۔ اس پر ملا اور مسلمانوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور بحث ختم ہو گئی۔ مسلمان ملا ہر وقت اس کوشش میں رہتے کہ کسی نہ کسی طرح بازاری منادی نہ ہو۔ جہاں ٹیپل آتا وہاں ملا بھی آتا اور اسلام پر وعظ کرنا شروع

---

[1] صلیب کے علمبردار ص ۵۳

کر دیا۔ یہ لوگ پتیل کو اس طرح دق کرتے۔

ایک دفعہ جب پتیل بازاری منادی کے لئے گیا تو کیا دیکھا کہ وہاں ایک بازاری مُلّا وعظ کہہ رہا ہے۔ پتیل نے یہ خیال کیا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو یہ ہر جگہ اسی طرح کریگا۔ یہ سوچ کر وہ اس مُلّا کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور منادی کرنے لگ گیا۔ اُدھر مُلّا اونچی آواز میں وعظ کرتا تھا۔ اِدھر وہ اس سے بھی اونچی آواز سے انجیل کی منادی کرتا تھا۔ جب مُلّا نے دیکھا کہ اس نے لوگوں کو اشتعال دینا شروع کر دیا اور پتیل کو کہنے لگا کہ اگر آپ منادی کرنے سے باز نہ آئیں گے تو یہ لوگ بُری طرح آپ سے پیش آئیں گے۔

بعض اوقات بازاری منادی کے وقت ایک ہجوم میں کھڑا ہو جاتا اور چلا چلا کر کہتا کہ کسی مومن مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کافروں کے وعظ سنے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو وہاں کھڑا نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ بازاری منادی کے وقت وہ اعتراضات کو ٹال دیتا تھا اور جواب نہیں دیتا تھا۔[۱]

یہ صرف ایک صوبہ پنجاب کی کوششوں کا خاکہ ہے جو علماء کرام نے وہاں کیں اور اُن کو دشمنوں کے قلم نے اپنے رنگ میں بیان کیا اور اس طرح بیان کیا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون مقدس ہستی مقابل تھی۔ جس کی شان اور جد و جہد میں یہ پادری لوگ یہ یاوہ گوئی کر رہے ہیں۔

اس صوبے کے علاوہ تمام صوبوں میں علماء کا طبقہ ردِّ نصاریٰ میں مصروف تھا اور مولانا رحمت اللہ کے ہجرت کرنے کے بعد خاص طور پر مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف الحق اور مولانا ابو المنصور کی خدمات نے تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کو گویا میں، تہلکہ مچا دیا تھا۔ مولانا اشرف الحق کا نام سنتے سے پادریوں کے دل کانپتے تھے۔ وہ اسلام کا شیدائی ہندوستان کے تمام صوبوں کو چھان چکا تھا اور اسلامی دبدبہ قائم کر چکا تھا۔ اس کی بے پناہ زندگی کی یہ کیفیت تھی کہ آج بہار کے صوبوں میں اور اس کے اضلاع بلکہ پٹنہ کے گاؤں مقبوں انکی، بہلپور، ہزاری باغ، مونگھیر میں پادریوں کی خرافات کا مقابلہ کر رہا ہے۔ علاوہ بریں غازی پور کے پادریوں کو اسلام کی حقانیت کا چیلنج دینے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں پادری لاربیر آپکا نام سنتا ہے اور مناظرہ کے خوف سے شہر بدر ہو جاتا ہے۔ لیکن بے پناہ پروپیگنڈہ اور دھڑ سے بھرے ہوئے وعظ اس مغرور پادری کے ساتھیوں کو مجبور کر دیتے تھے کہ وہ مناظرے کے لئے آمادہ ہوں اور مشن کا یہ بال گورکھ دھندا اپنی نظروں کے سامنے ٹوٹتا ہوا دیکھیں تاکہ غازی پور کے بھولے بھالے ہندوستانی فریب نصرانیت سے آگاہ ہوں سال بھر کی جانفشانی کے بعد ہنم کنڈہ، گلبرگہ اور شولاپور میں اسلام کی روشنی پھیلاتے ہوئے احمد نگر کے مشنری ہیوم صاحب سے جا بھڑا۔ "آؤ ہم کو سمجھا دو یا سمجھ لو اور نبی آخر الزماں پہ ایمان لے آؤ"۔ اس نے توجہ نہیں دی تو پونہ پہنچ وہاں مہینوں بازاروں اور عاشور خانوں اور ہیوم کے ریڈنگ روموں میں رحمۃ اللعالمین کی رحمت کے پیغامات سے یسوع مسیح کی بھیڑوں کو آگاہ کرتے رہے اور پونہ کے پادری نسل اور باچے اسماں عام مناظرے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے تو ان کے گھروں پر جا کر باپ بیٹے روح القدس کے بیکار تثلیث کی تحریفانہ کوششوں کے پردے چاک کر کے ضرورت اسلام اور نبوت

---

[۱] صلیب کے علمبردار ص ۲۲۳ - ۲۲۸ - ۲۳۲